المنہل ریسرچ جرنل
AL-MANHAL Research Journal
Publisher: Centre of Arabic & Religious Studies, Sialkot
E-ISSN 2710-5032 P-ISSN 2710-5024
Vol.02, Issue 02 (July-December) 2022
HEC Category "Y"
https://almanhal.org.pk/ojs3303/index.php/journal/index

Title Detail

Urdu/Arabic: برصغیر کی منتخب صوفیانہ تفاسیر کا اسلوب و منہج

English: **Method and style of the selected mystic interpretations of the subcontinent**

Author Detail

1. Hafiz Abdul Rauf
PhD Scholar, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur
Email: hafizabdulrauf11@gmail.com

2. Dr. Muhammad Imran
Chairman Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur
Email: muhammadimranpak3@iub.edu.pk

Citation:

Hafiz Abdul Rauf, and Dr. Muhammad Imran. 2022. " برصغیر کی منتخب صوفیانہ تفاسیر کا اسلوب و منہج: Method and Style of the Selected Mystic Interpretations of the Subcontinent". Al Manhal Research Journal 2 (2). https://almanhal.org.pk/ojs3303/index.php/journal/article/view/24.

Copyright Notice:
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

برصغیر کی منتخب صوفیانہ تفاسیر کا اسلوب و منہج

Method and style of the selected mystic interpretations of the subcontinent

Hafiz Abdul Rauf
PhD Scholar, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur
Email: hafizabdulrauf11@gmail.com

Dr. Muhammad Imran
Chairman, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur
Email: muhammadimranpak3@iub.edu.pk

ABSTRACT

When the Qur'an was revealed, the world was lost in the darkness of polytheism, disbelief, and idolatry. The man was suffering from selfishness and oppression. In a time of turmoil, uncertainty, corruption, and whispers, Allah Almighty sent the holy prophet (PBUH), whose duties included teaching and purifying the message of his messenger so that he could attain nearness to his Lord who is the First, the Last, the Manifest and the Hidden One. - When the Holy Prophet (PBUH) started performing this duty, the addressees whose moral status is preserved in the history books have reached this high position which is their specialty and distinction after the Prophets (PBUH) in the human race. And the emphasis on civilization is found in the Qur'an and Sunnah. Quran Says, "Indeed, the one who purifies his self has succeeded. In Hadith and Sunah, it is called Ihsan. The art of commentary originated under the influence of Sufism, so the first commentary written here was written for this pure purpose. Hazrat Shah Waliullah Muhaddith Dehlavi's important and renewed achievement is that for the first time he raised his voice against the stagnation of Islamic sciences and arts. Later, innovative works were carried out in the art of tafsir in the subcontinent and a special distinction was achieved in the art of tafsir of the subcontinent.

Keywords: purification of self, subcontinent, sufism, history, idol worship

برصغیر ایک تاریخی خطہ ہے اور متنوع تہذیب و تمدن کا مرکز ہے، اس کی قدیم جغرافیائی تقسیم دو اجزا سند و ہند پر مشتمل ہے، سندھ کا علاقہ زمانہ قدیم میں محل وقوع کے اعتبار سے مغربی اور وسطی ایشیا کے درمیان گزر گاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور یہ خط تہذیب و تمدن اور ثقافت و تہذیب میں ہند سے بالکل علاحدہ تھا۔ پہلی صدی ہجری کے اختتام اور آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں محمد قاسم کی آمد کے بعد علاقہ سندھ اسلام کی روشنی سے منور ہوا، بعض تجارتی قافلوں کی آمد

ورفت سے ہندوستان کے کچھ ساحلی علاقوں میں بھی مذہب اسلام کی نشرواشاعت ہوئی مگر اس کا غالب حصہ بعد کی کئی صدیوں تک اس نعمت سے محروم رہا۔ ہندوستان میں مسلم عہد حکومت کا آغاز دراصل محمود غزنوی کی آمد کے بعد ہوا، پھر سلاطین غور کے عہد حکومت میں ترکستان اور ماوراء النہر سے علما اور بزرگان دین کے قافلے ہندوستان وارد ہوئے، جن کی بہ دولت اس وسیع خطہ میں اسلام کی نشرواشاعت ہوئی اور اس عہد سے باقاعدہ ہندوستان میں اسلامی ثقافت و تمدن کی ابتدا ہوئی۔

زیر نظر آرٹیکل میں برصغیر کے کچھ منتخب اصحاب تصنیف مفسرین کا تذکرہ اور ان کی تفسیروں کا تعارف کرایا گیا ہے، اس دور میں برصغیر میں فن تفسیر کی نمایاں خصوصیات رہی ہیں:

۱- مختلف علوم وفنون کی طرح فن تفسیر کا آغاز بھی قدما کی تصانیف پر شروح وحواشی سے ہوا۔

۲- فن تفسیر کی ابتدا تصوف کے زیر اثر ہوئی، چنانچہ یہاں سب سے پہلے لکھی گئی تفسیری تصنیف خالص اسی مقصد کے تحت لکھی گئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اہم اور تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ اسلامی علوم وفنون کے جمود و تعطل کے خلاف آواز بلند کی اور فن اصول تفسیر کے موضوع پر اپنے رسالہ الفوز الکبیر کے ذریعہ انہوں نے مفسرین کو لائحہ فکر و عمل دیا اور اس کے بعد برصغیر میں فن تفسیر میں تجدیدی اور مجتہدانہ کارنامے انجام دیے گئے اور برصغیر کو فن تفسیر میں ایک خاص امتیاز حاصل ہوا۔

جب قرآن پاک کا نزول اس وقت ہوا اس وقت دنیا شرک، کفر اور بت پرستی کے اندھیروں میں گم ہو چکی تھی۔ انسان خود پرستی، ظلم وستم میں مبتلا تھا۔ اس پر آشوب، بے یقینی، فساد سے بھرپور اور وسوسوں کے دور میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا جس کے فرائض منصبی میں اپنے بھیجنے والے کے کلام کی تعلیم اور تزکیہ شامل تھا تاکہ وہ اس رب کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اول، آخر، ظاہر اور باطن ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس فریضہ کی انجام دہی شروع کی تو وہ مخاطبین جن کی اخلاقی حالت کے تذکرے، تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں اس بلند مقام تک جا پہنچے جو نوع انسانی میں حضرات انبیا علیہم کے بعد انہی کا خاصہ اور امتیاز ہے۔ اس تزکیہ اور تہذیب کی تاکید جابجا قرآن وسنت میں ملتی ہے ارشاد ربانی ہے۔ "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا "[1]

بے شک جس نے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

جب نفس انسانی مزکی اور مہذب ہو جائے اور معبود کے ساتھ اپنی عبدیت کے تعلق کو پہچان لے تو اس سے عبودیت کے اس تعلق میں انتہائی اخلاص کا تقاضا کیا جاتا ہے جس کو حدیث وسنن میں احسان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: أن تعبد الله كانك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك ".[2]

پس یہی تزکیہ اور احسان دین کا ماحصل ہے جو عصر نبوت وصحابہ میں موجود تھا جس کو بعد کے ادوار میں تصوف کا نام دیا گیا۔ نبی مہربان ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں یہ فن اپنے موجودہ نام کے ساتھ اس لیے موجود نہیں تھا کہ اس دور میں جس طرح دین کے دوسرے شعبوں تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کے نام اور اصطلاحات وضع نہ ہوئی تھیں، ہر چند کہ ان کے اصول وکلیات موجود تھے، یہ شعبہ بھی موجود تھا لیکن انہی شعبوں کی طرح کوئی مستقل نام نہیں رکھتا تھا اور پھر 'صحابی' کے لفظ میں جو عزت اور شرف ہے، وہ کسی اور لفظ کے ساتھ ادا نہیں ہو سکتا وہ لفظ چاہے صوفی اور غوث ہو، مفسر، فقیہ یا محدث ہو۔ چنانچہ جب دور نبوی ﷺ سے بعد ہوتا گیا اور وہ صالح معاشرہ جس کی تربیت نبی ﷺ نے خود کی تھی اس میں وسعت آنا شروع ہوئی اور دوسری اقوام سے میل جول بڑھا تو دوسرے علوم وفنون (تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) کی ترتیب و تدوین کے پہلو بہ پہلو اس فن کے حاملین نے بھی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہو سورۃ النصر کا ترجمہ تزکیہ اور احسان کے حصول کے وسائل وذرائع کو ایک نظام کی شکل دے دی۔ لہذا لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف، صفا، صفہ یا صوفیا ہو، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا اہم شعبہ ہے جس کی ٹھوس علمی بنیاد میں قرآن وسنت میں موجود ہیں ۔اس کی غایت اور مقصد تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الہی ہے۔ قرآن میں اسے تقوی، ترکی اور نشیہ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث وسنت میں احسان سے موسوم کیا گیا ہے۔

قرآن کے سلسلے میں جہاں اہل علم کے ہاں کئی مناہج موجود ہیں وہاں ایک منہج صوفیا تفسیر کا بھی ہے جس میں ایک صوفی کلام الہی کی ظاہری تفسیر، جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد ہے کو مرکز و محور بناتے ہوئے ایسے علوم و معارف بیان کرتا ہے، جو مطالعہ قرآن کے دوران اس کے قلب پر منکشف ہوتے ہیں اور اس کے وجدانی استنباطات کا ثمر ہیں۔ الفاظ قرآنی پر غور وفکر کے دوران صوفیا کا قلب جب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف عبور کرتا ہے تو اس وقت یہ لطائف و نکات ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ ہر شخص کا انداز اس میں جداگانہ ہے مگر اس پر سب کا اتفاق ہے علوم و معارف وقبول ہوں گے جن کو شریعت رد نہ کرے۔ ابو سلیمان دارانی کا قول ہے:

" ربما يقع في قلبي النكتة من نكت القوم ايا ما فلا اقبل منه الا بشاهدين عدلين الكتاب والسنة. "۔[3]

جب بھی گروہ صوفیاء کے نکات میں سے کوئی نکتہ میرے قلب پر وارد ہوتا ہے تو میں اسے کتاب وسنت کے دو عادل گواہوں کے بغیر قبول نہیں کرتا ہے۔

صوفیاء کرام کے بیان کردہ ان لطائف و نکات کو تفسیر صوفیاء، تفسیر فیضی، تفسیری اشاری اور علم االاعتبار کی اصطلاحات سے موسوم کی جاتا ہے۔

برصغیر کے متقدم صوفی مفسرین میں شیخ محمد بن احمد شریکی (م ٦٨٣ھ)، شیخ محمد بن یوسف حسینی گیسو دراز (م ٨٢٥ھ)، شیخ علی بن احمد مہائی (م ٨٢٥ھ)، قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ٨٣٩ھ)، شیخ حسن محمد احمد آبادی گجراتی (٩٨٢ھ)، شیخ یعقوب صرفی کشمیری (م ١٠٠٣ھ)، شیخ

منور بن عبدالحمید لاہوری (م ١٠١١ھ)، شیخ غلام نقش بند گھوسوی (١١٢٠ھ)، ملا جیون امیٹھوی (١١٣٠ھ)، شیخ علی اصغر قنوجی (١١٤٠ھ)، شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی (م ١١٤١ھ)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ١٢٢٥ھ) اور شیخ نظام الدین تھانیسری وغیرہم شامل ہیں۔ برصغیر میں مختلف علوم وفنون کی طرح فن تفسیر کا آغاز بھی قدما کی تصانیف پر شروح وحواشی سے ہوا۔ اور یہ بات اہم اور لائق توجہ ہے کہ ہندوستان میں فن تفسیر کی ابتدا تصوف کے زیر اثر ہوئی۔

تفسیر ملتقط از شیخ محمد بن یوسف گیسو دراز:

نام سید محمد کنیت ابوالفتح اور القاب صدرالدین، الولی الاکبر ادر الصادق میں علاقہ دکن میں خواجہ بندہ نواز اور خواجہ گیسو دراز کے لقب سے مشہور ہیں[4]

سلسلہ نسب یوں ہے: محمد بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن علی بن حمزہ بن داؤد زید بن ابوالحسن الجندی

گیسو دراز کے لقب کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار وہ اپنے مرشد شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کی پالکی مریدوں کے ساتھ اٹھائے چل رہے تھے، ان کے بال بڑے بڑے تھے، وہ پالکی میں الجھ گئے مگر اس حالت میں بھی وہ پالکی کو کندھے پر لیے دور تک نکل گئے، جب شیخ نصیر الدین کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے مرید کی محبت اور عقیدت سے بہت خوش ہوئے اور ہر جیسے ہی شعر پڑھ کر نہیں گیسو دراز کا لقب دیا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد[5]

اس کے بعد سے وہ گیسو دراز کے لقب سے اس طرح مشہور ہوئے کہ یہ ان کے نام کا جز بن گیا۔ شیخ گیسو دراز کا خاندان خراسان کا تھا، ان کے مورث اعلا ابوالحسن جندی مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ ہرات سے دہلی آئے اور یہیں معرکہ جہاد میں شہادت پائی۔ اور مسجد ایاز دہلی میں مدفون ہیں۔[6]

تصنیفات:

مشائخ صوفیہ میں شیخ گیسو دراز کو اس بنا پر یک گونہ برتری حاصل ہے کہ انہوں نے مختلف علوم وفنون میں بہ کثرت کتابیں لکھیں، وہ اپنی کتابوں

اور رسالوں کو املا کراتے تھے۔ عام تذکرہ کی کتابوں میں ان کی تصنیفات کی تعداد ١٠٥ بتائی گئی ہے۔[7]

تفسیر ملتقط:

صوفیانہ انداز کی تفسیر ہے، اس کا قلمی نسخہ انڈیا آفس کی لائبریری اور ناصریہ کتب خانہ لکھنو میں موجود ہے تفسیر عربی میں ہے اور بعض مقامات پر فارسی میں بھی ہیں۔[8]

تفسیر ملتقط کی نمایاں خصوصیات

شیخ گیسو دراز کی تفسیر ملتقط ہندوستان کی ابتدائی تفسیروں میں شمار کی جاتی ہے، اس کے علاوہ ان کی دوسری کتابوں میں بھی قرآن مجید کی مختلف آیتوں کی تفسیر میں ملتی ہیں جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو قرآن مجید اور تفسیر سے خاص شغف تھا، ذیل میں ان کے بعض نمایاں تفسیری خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ صوفیانہ نقطۂ نظر سے قرآن مجید کی تفسیر: شیخ گیسو دراز کے طریقہ تفسیر کا نمایاں وصف ہے اور ان کی تفسیر کی ایک اہم خصوصیت بھی یہی ہے کہ اس میں اہم صوفیا کے اقوال نقل کیے گئے ہیں مگر اسی کے ساتھ دو تصوف کی حمایت میں شریعت کو نظر انداز کر دینے کے قابل بھی نہیں ہیں، وہ سورۃ الحجر کی آیت: "وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ"[9]

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور رکھ دیے اس پر بوجھ۔ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

'نفوس عابدین ارض عبادت قلوب عارفین ارض معرفت اور ارواح مشتاقین ارض محبت ہیں، امید و بیم پہاڑ ہیں، کہا جاتا ہے کہ اولیا او تاد ارض ہیں جن کے ذریعہ اللہ خلوق سے بلاؤں کو دور کرتا ہے، وہ غیاث عالم ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علما پہاڑ ہیں جن سے شریعت کا قیام و بقا ہے، علما اصول دین کے اور فقر انظام شریعت کے قیام کا باعث ہیں۔[10]

مناہم تفسیر ملتقط میں تصوف کا رنگ غالب ہے اور واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل اور موید تھے اور اس نقطہ نظر سے یہ تفسیر لکھی گئی ہے۔

۲-لغت اور عربی قواعد سے واقفیت:

شیخ گیسو دراز کو عربی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ جس کا اندازہ ان کی تمام تصانیف اور اجازت ناموں سے ہوتا ہے، قرآن مجید کی خیر میں بھی انہوں نے اس کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا ہے، وہ سورۃ الصافات کی آیت "وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ "[11]

"اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو تم بناتے ہو۔" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تم کو پیدا کیا اور جو کل تم کرتے ہو اس کا بھی خالق وہی ہے، وما تعملون میں ما کو مصدریہ ماننے کی صورت میں مفہوم ہو گا کہ تم کو اور تمہارے عمل کو پیدا کیا اور اس کو موصولہ بنانے کی شکل میں یہ

ترجمہ ہو گا کہ تم کو تمہارے اعمال کے ساتھ پیدا فرمایا، اہل تحقیق اور موحدین کا یہی قول ہے اس کے بعد انہوں نے اس تفسیر کی روشنی میں معتزلہ کے اس خیال کی تردید کی ہے کہ بندوں کے اعمال کا خالق خدا نہیں ہے، غرض شیخ گیسو دراز کی تفسیر علم تحقیق پر مبنی ایک صوفیا تفسیر ہے، اس میں صوفیا کے اقوال کے ساتھ قدیم مفسرین خازن، واسطی اور حریری کے اقوال بھی درج کیے گئے ہیں۔

اشرف التفاسیر از مفتی احمد یار خان نعیمی

مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی بدایونی گجراتی مفسرِ قرآن، مفتی اور نعت گو شاعر تھے، مفتی صاحب مفسر قرآن علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے ممتاز شاگرد اور بہت سی دینی کتب کے مصنف تھے۔ مفتی احمد یار خان محلہ اوجھیانی، بدایوں ضلع میں 4 جمادی الاولیٰ 1314ھ بمطابق یکم مارچ 1894ء میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی مولانا محمد یار خان ابن منور خان تھے۔ ان کا تعلق یوسف زئی پٹھان قبیلے سے تھا۔ بدایوں یوپی مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں مولانا قدیر بخش سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ اسلامیہ مین ڈھو، علی گڑھ ضلع میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مرادآباد جاکر مدرسہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا۔ یہاں مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے آپ کی قابلیت دیکھ کر بذات خود تعلیم دی۔ بیس سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل پر اسی مدرسہ میں بطور مدرس آپ کی تعیناتی ہوئی۔ تدریسی فرائض کے علاوہ فتویٰ بھی جاری کرتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں:

۱۔ تفسیر نعیمی (11 جلدیں) ۲۔ نعیم الباری فی انشراح بخاری ۳۔ مراۃ المناجیح مشکوۃ المصابیح (8 جلدیں) ۴۔ نور العرفان فی حاشیہ قرآن

۵۔ جاء الحق ۶۔ علم المیراث ۷۔ شان حبیب الرحمن من آیات القرآن ۸۔ اسلامی زندگی ۹۔ دیوان سالک ۹۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر

۱۰۔ علم القرآن ۱۱۔ اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں ۱۲۔ سلطنت مصطفے ۱۳۔ مواعظ نعیمیہ

تفسیر نعیمی کی نمایاں خصوصیات

یہ تفسیر، تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر، تفسیر عزیزی، تفسیر مدارک، تفسیر محی الدین عربی کا گویا خلاصہ ہے۔ آیات کا شان نزول نہایت وضاحت سے بتایا گیا ہے۔ ہر آیت کی اولا تفسیر اور پھر خلاصہ اور پھر تفسیر صوفیانہ دلکش اور ایمان افروز طریقہ سے کی گئی ہے۔ ہر آیت کے ساتھ علمی فوائد اور فقہی مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔

"الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ"[12] کی صوفی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حمد کے معنی میں محمود کے کمال کا ظاہر کرنا اور جون یا جو چیز اپنے میں جو بھی کمال رکھتی ہے وہ حقیقت میں رب ہی کا کمال ہے۔لہذا دنیا کی چیزوں کے کمال کا ظہور خدا کی حمد ہے۔اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ کوئی شخص ازبان سے خدا کی حمد کرے یا نہ کرے، رب تعالی کی حمد ہے۔ایک بت پرست بت کو سجدہ کر رہا ہے اپنی حماقت سے اپنی اختیاری تعریف کو غلط جگہ صرف کر رہا ہے لیکن اس کے جسم کی بناوٹ اور اس کے ہاتھ پاؤں کی طاقت اور اس کی قوت گویائی غرض کہ اس کا ہر عضواس کی ہر حرکت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میر اخالق بے نیاز ہے اور بزبان حال اس پر لعنت کرتی ہے کہ اندھے تو کیا کر رہا ہے غرض یہ کہ اس کی بت پرستی کی حالت میں بھی اس کی غیر اختیاری حمد اللہ ہی کیلئے ہو رہی ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفترے است معرفت کردگار

اگر یہ کمبخت خود اپنے کو پہچان لیتا تو بت پرستی بھی نہ کرتا یہی معنی اس حدیث کے ہیں من عرف نفسه فقد عرف ربه

" لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ "[13]

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے مگر یہ ہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہو گی۔

اس آیت کی صوفی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انسان کا سینہ میدان جنگ ہے جہاں روح و قلب کی لڑائی نفس امارہ سے ہو رہی ہے شیطان اور اس کی ذریات روح و قلب کو ڈراتے ہیں اور نفس امارہ کو اپنی مدد اور اس کی فتح کے سبز باغ دکھاتے ہیں دنیا کی الجھنیں اور رب تعالی سے غفا پیدا کرنے والی چیزیں نفس کا سامان جنگ میں اور شرعی احکام دل کے ہتھیار رب تعالی قلب مومن سے خطاب فرمارہا ہے گھبرانا نہیں یہ نفس مع اپنے ساز و سامان کے تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا بجز اس کے کہ تجھے نفس کی حرکتوں سے کچھ تکلیف پہنچے اور کچھ نہ ہو گا ہمارا وعدہ ہے کہ اگر تیری اس سے جنگ ہوئی تو نفس تیرے مقابلہ میں شکست کھائے گا اور اس کے بارہ بد گار یعنی شیطان و شیطانی لوگ وقت پر کچھ اسے کام نہ دیں گے۔[14]

تفسیر نظامی از نظام الدین بن عبد الشکور بلخی

تفسیر نظامی بلاشبہ برصغیر کی قدیم ترین اور عظیم الشان صوفیانہ فاری تفسیر ہے جو ایک بلند پایہ صوفی اور بزرگ علامہ شیخ نظام الدین تھانیسری کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ آپ کا اسم گرامی نظام الدین بن عبد الشکور بھی تھا۔(رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، نول کشور، لکھنو، ۱۳۳۲، ص ۲۴۱) حضرت فاروق اعظم کی اولاد میں سے تھے۔ آپ مشہور بزرگ

شیخ جلال الدین العمري التھانیسري (م ۹۸۹ھ) کے برادر زادہ اور داماد تھے۔ ان ہی سے دینی علوم کی تعمیل کی اور اخذ طریقت کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔[15]

تذکرہ علمائے ہند میں مرقوم ہے کہ اکبر بادشاہ (۹۶۳ - ۱۰۱۴ھ) نے آپ کو دوبار جلاوطن کیا پہلی بار آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ بوقت مراجعت جب برہان پور سے گزرے تو شیخ عیسی سندھی (۱۵۵۴/ ۵۹۶۱ء تا ۱۶۲۱/۱۰۳۱ء) نے پابرہنہ آپ کا استقبال کیا، اپنے پاس ٹھہرایا اور مستفید مستفیض ہوئے، دوسری بار جب جلاوطن ہوئے تو باغ تشریف لے گئے۔ (رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مذکورہ، ص ۳۷۱۔)

اکبر بادشاہ ۱۰۱۴ھ میں وفات پا گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر (۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ) تریر آرائے سلطنت ہوا اور پھر شہزادہ خسرو نے اپنے باپ جہانگیر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ جب وہ اکبر آباد سے پنجاب کی طرف گیا تو راستے میں تھانیسر میں شیخ نظام الدین سے طالب دعا ہوا۔ اگرچہ آپ نے اسے فتنہ وفساد سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن جہانگیر غضبناک ہو گیا اور اس نے آپ کی جلاوتی کے احکامات صادر کر دیئے۔ اس طرح آپ حرمین شریفین میں چند سال قیام پذیر رہنے کے بعد بلخ تشریف لے گئے۔[16]

اگر مندرجہ بالا دونوں بیانات کو تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان میں معمولی سی تصیح کی ضرورت ہے۔ اکبر ۱۵۵۴/ ۵۹۶۳ء سے ۱۹۰۵/ ۵۱۰۱۴ء تک فرمان روا رہا، پھر اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر ۱۰۱۴ھ سے ۱۰۳۷ھ تک حکمران رہا۔ شیخ نظام الدین ۱۰۰۷ھ کو حجاز مقدس چلے گئے، اس وقت اکبر کی حکومت تھی۔ جب واپس آئے تو اس وقت (۱۰۲۰ھ) جہانگیر کی حکومت تھی۔ جب دوسری مرتبہ آپ بچ گئے تو اس وقت بھی جہانگیر کی حکومت تھی۔[17]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی مرتبہ اکبر کے حکم سے جلاوطن ہوئے اور ۱۳ سال مجاز میں قیام پذیر رہے اور دوسری مرتبہ جہانگیر کے عہد میں جلاوطن ہوئے۔ اس طرح تذکرہ علمائے ہند اور حدائق حنفیہ کا یہ بیان کہ اکبر بادشاہ نے انہیں دوبار جلاوطن کیا قرین صحت نہیں۔ تذکرہ علمائے ہند کے مطابق آپ کی وفات بلخ میں ۱۰۲۴ھ میں واقع ہوئی جبکہ خزینۃ الاصفیاء کی روایت کے مطابق آپ نے ۱۰۳۶ھ میں دار فانی سے رحلت فرمائی۔[18]

تصانیف:

۱۔ شرح سوانح امام غزالی ۲۔ شرح لمعات قدیم وجدید ۳۔ رسالہ حقیقت ۴۔ رسالہ ملنے ۵۔ تفسیر نظامی

تعارف تفسیر

اس تفسیر کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تذکرہ علمائے ہند میں اس کا نام تقسیم نظامی درج ہے جبکہ منی الاصفیاء میں اس کا نام ریاض القدس تحریر کیا گیا ہے۔ برگل نے اسے تفسیر سورۂ فاتحہ کا نام دیا ہے۔[19]

جہاں تک تفسیر کی پذیرائی کا تعلق ہے اس کا انداز دو مختلف کتب خانوں میں موجود قلمی نسخوں سے کسی حد تک لگایا جاسکتا ہے، چند نسخوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ تفسیر سورۂ فاتحہ گنج بخش لائبریری (مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان) اسلام آباد۔ یہ صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے۔

۲۔ تفسیر ریاض القدس، نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی۔ یہ سورہ فاتحہ کے علاوہ ساتویں اور آخری پارے کی تفسیر ہے۔[20]

۳۔ برگل کے نسخے میں اسے سورۂ فاتحہ ہی کیا گیا ہے اور یہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ پارہ بست و نہم اور پارہ سی ام کی تفسیر پر مشتمل ہے۔[21]

اسلوب تفسیر

کیفیت ترجمہ

مفسر کسی آیت کی تفسیر سے قبل اس آیت کا ترجمہ تحریر کرتا ہے۔ ترجمہ بامحاورہ اور بالعموم قرآنی الفاظ کے تابع ہوتا ہے لیکن بعض اوقات مفسر اپنی صوفیانہ تفسیر کی ضروریات کے پیش نظر ترجمہ میں کچھ الفاظ کا اضافہ کر دیتا ہے۔ اس طرح تفسیر نما ترجمہ بن جاتا ہے۔

مثال: سورۃ الکوثر کا ترجمہ:

" إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (1) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (2) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ "[22]

بدرستی کہ عطا گردیم ماترا کوثر پس نماز گزار و قربانی کن برای خدای خود بدرستی کہ عیب کنندہ تو سہ ترا ابتر می خواند، اوست ابتر[23]

" اِذَاجَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (1) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (2) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا "[24]

سورۃ النصر کا ترجمہ: چون آمد یاری کردن خدا و آمد فتح و دیدی تو ای مرشد روزگار کہ می آیند این مترشدان طالب در دین خدا گروہ گروہ پس بپاکی یاد کن خدای خود را و طلب غفران نما از برای خود۔ بدرستی کہ اوست توبہ پذیرندہ تائبان۔[25]

تشریح الفاظ

زیر نظر تفسیر میں کہیں کہیں بعض الفاظ کے معانی بھی درج کیے گئے ہیں لیکن اس ضمن میں مفسر کی نگاہ انتخاب بہت کم الفاظ پر پڑتی ہے۔ مثلاً سورۃ القریش کے سلسلے میں لفظ قریش کے بارے میں رقم طراز ہیں:

قریش قبیلہ است در عرب، در غایت عظمت، ونصر بن کنانہ از جھت صولت وصلابت او بر احیای عرب باین لقب بہ نصر می رسد، قریش است

اردو ترجمہ: قریش عرب کا ایک نہایت صاحب قوت و عظمت قبیلہ ہے۔ نصر بن کنانہ (جو قریش کے مورث اعلی ہیں) عرب قبائل پر اپنے رعب و جلال کی وجہ سے اس لقب سے مشہور ہوا۔ (آپ) جس کی نسبت نصر بن کنانہ تک پہنچتی ہے وہ قریش ہے۔

تفسیر تصوف کی روشنی میں

تغیر نظامی از اول تا آخر ایک صوفیانہ تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی ہر سطر سے مترشح ہے کہ ایک صوفی نے اپنے عقاید کے مطابق قرآنی آیات کی تفسیر و تاویل کی ہے۔

مثال: قل ھو اللہ احد خداوند تعالی سبحانہ و تعالی خطاب بآن سرور علیہ الصلوۃ والسلام کہ مرشد و پیشوای عالم است می فرماید اصالۃ وبعرفاي گرام کہ میراث داران اویند سبعاً کہ بگوای مرشد باین سالکان راہ خدا بہ تعلیم علم ووحدت وجود ارشاد شان فرمای کہ اوست خدای یگانہ ھم در ذات وھم در صفات وبس وتعینات ممکنات کہ متھم بخیر اند ہمہ مظاہر جمال اوبیند غیر نہ حقیقی کہ سوای او از نھان خانہ عدم بصحراي وجود نیامدہ ونشاید کہ غیر اوراوجود باشد کہ احد مطلق اوست واحد مطلق آن بود کہ اورا ہیچ چیز در ہیچ چیز انباز نباشد نہ در وجود، نہ در نمود۔[26]

ترجمہ: خداوند قدوس، حضور نبی کریم ﷺ سے، جو مرشد و مقتدائے عالم میں براہ راست اور عرفائے کرام سے جو آپ کے (معنوی) ورثا ہیں، بالواسطہ خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے مرشد کامل، سالکین راہ کو وحدت الوجود کی تعلیم سے بہرہ ور کیجئے اور انہیں فرما دیجئے کہ وہی خدائے واحد و یکتا ہے، ذات کے لحاظ سے بھی اور صفات کے اعتبار سے بھی اور جہاں تک ممکنات کی تعیین و تحدید کا تعلق ہے جو خالصتاً غیر ہیں، سب اس کے جمال جہاں آرا کے مظاہر ہیں کیوں کہ اس کے سوا نہاں خانہ عدم سے صحرائے وجود میں کسی نے قدم نہیں رکھا اور ایسا ہونا بھی نہ چاہیے کہ اس کے بغیر کسی چیز کا وجود ہو کیونکہ احد مطلق وہی ہے اور احد مطلق وہ ہوتا ہے کہ اس کا کسی بھی لحاظ سے شریک و سہیم نہیں؟ ہوتا نہ وجود میں اور نہ نمود میں (نہ پوشیدہ نہ ظاہر)

تبصیر الرحمن وتیسیر المنان از شیخ علی بن مہائمی

برصغیر کے مفسرین میں شیخ مخدوم علی بن احمد کا مقام بہت بلند ہے، وہ غیر معمولی ذہانت، حیرت انگیز علمی تبحر، خداداد بصیرت اور بے مثال روحانیت کے حامل تھے، ان کی تصنیفات مابعد الطبیعات، اسرار شریعت، فلسفہ و حکمت اور

تصوف و معرفت کا گنجہائے گراں مایہ ہیں اور ان کی تفسیر چھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی آج تک عرب و عجم میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

ولادت

قدیم گجرات اور موجودہ مہاراشٹر کے علاقہ کوکن میں سرزمین مہائم' میں ۱۰ محرم ۷۶ ۷ ۱۳ /۵۷ء کو خاندان نوایت کے ایک معزز گھرانے میں ان کی ولادت باسعادت ہوئی [27] اور اب یہ مقام عروس البلاد ممبئی کا ایک پر رونق اور آباد محلہ ہے اور ماہم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔نام و نسب نام علاء الدین اور علی دونوں ہے، کنیت ابو الحسن اور لقب زین الدین ہے، خاندان نوایت کے قبیلہ پر دسے تعلق رکھنے کی بنا پر ان کے نام کا جز پروہو گیا علم فقہ میں مجتہدانہ بصیرت کی وجہ سے فقیہ اور مرجع خلایق ہونے کی بنا پر مخدوم کے لقب سے پکارے گئے۔ والد ماجد کا نام شیخ احمد ہے، یہ جلیل القدر عالم اور ولی کامل تھے۔

تعلیم وتربیت

شیخ مہائی کے والد بزرگوار شیخ احمد بڑے عالم و فاضل اور متقی بزرگ تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے ہونہار فرزند کی تعلیم و تربیت میں غیر معمولی توجہ سے کام لیا، تاریخ النوا کا مصنف لکھتے ہیں:

"شیخ مہائی کے والد ماجد مولانا شاہ احمد قدس سرہ نے اپنے ہونہار صاحبزادے کی طباعی، ذہانت اور شوق اکتساب علوم کو دیکھ کر ان کی اعا تعلیم کی طرف توجہ کی، چوں کہ وہ خود بھی عربی کے بڑے عالم تھے، اس لیے باپ کی توجہ نے بیٹے کو عالم بنا دیا، چنانچہ وہ بہت تھوڑے عرصہ میں فقہ منطق، فلسفہ اور حدیث وغیرہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ [28]

درس وتدریس

گجرات کے مختلف علاقوں میں اسلامی علوم وفنون کے مدارس و مراکز قایم تھے جن میں اساتذہ خالصتالوجہ اللہ درس دیتے اور طلبہ ان سے مستفید ہوتے تھے، شیخ مہائی کی جلالت شان اور علمی تبحر کی بنا پر طالبان علوم کی معتد بہ تعداد ان کے گرد اکٹھا ہوئی تھی۔

صوفیانہ مسلک

ہندوستان میں تصوف کے متعدد سلسلے قایئم ہیں اور ان میں بے شمار مشائخ پیدا ہوئے، جنہوں نے محبت، انسانیت، رواداری اور حسن اخلاق سے لوگوں کے قلوب کی کایا پلٹ دی مگر ہندوستان میں رائج کسی سلسلے میں شیخ مہائی کا نام نہیں ملتا ہے، حالاں کہ ان کی پوری زندگی سر تا پا تصوف کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی، اس لیے بعض تذکرہ نگاروں نے ان کو 'اولی' لکھا ہے۔

شیخ مہائی کی تصنیفات کے مطالعہ سے بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شیخ محی الدین ابن عربی کے پیرو اور ان کے نظریہ وحدۃ الوجود کے علم بردار تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے:

وے از علمائے صوفیہ موحدہ است، عالم بود بہ علوم ظاہر و باطن، صاحب التصنیفات الرائقۃ والتالیعات اللائق۔[29]

محمد حسن غوثی منڈوی "گلزار ابرار' میں لکھتے ہیں: "دونوں جہاں کے حقایق اور اسرار کے عارف تھے، شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ صدر الدین قونوی کے پیرو تھے اور ان دونوں بزرگوں کی تصنیفات پر عمدہ شرحیں لکھیں اور مفید حاشیے لگائے۔ غلام علی آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

شیخ علی مہائی باریک میں ہیں، ان کا شمار علما اور اصحاب ذوق و عرفان میں ہوتا ہے، وہ توحید وجودی کا اثبات کرنے والے اور شیخ ابن عربی کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔[30]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستانی علما میں شیخ مہاشی کو شیخ اکبر کی ذات سے جو بے پناہ عقیدت تھی اور ان کے فلسفہ سے جو گہری مناسبت اور وابستگی تھی اس کی مثال نہیں ملتی، انہوں نے شیخ اکبر کے فلسفہ کی تعبیر و تشریح اور ترجمانی کو اپنا مقصد زندگی قرار دے لیا تھا، چنانچہ ان کی کوئی تصنیف ایسی نہیں ہے جس میں فلسفہ وحدۃ الوجود کی جھلک نہ پائی جاتی ہو ، یہی نہیں اس نظریہ کے حامل دوسرے اکابر کی تصنیفات کی بھی انہوں نے شرحیں لکھیں اور شیخ اکبر کی حمایت میں مخالفین کے تمام اعتراضات کے جوابات لکھے، اس بنا پر مولانا سید عبدالحئ حسینی نے شیخ
مہائی کو 'ابن عربی ثانی' کے لقب سے یاد کیا ہے۔[31]

وفات

شیخ مہائی نے ۵۹ برس کی عمر پائی، ۹/ جمادی الاخری ۸۳۵ھ ۵ فروری ۱۴۳۱ء کو جمعہ کی شب میں وفات پائی اور جمعہ کے روز مہائم میں اپنی والدہ کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے، جنات الفردوس سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

تصنیفات

شیخ مہائی کی زندگی کا بڑا حصہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوا، انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں تصوف کے حقایق سے بحث کی، چنانچہ مولانا سید عبدالحئ سینی لکھتے ہیں: "میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سوا حقایق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں۔[32]

چنانچہ ان کی کتابوں میں فلسفہ و تصوف کا بہترین امتزاج پایا جاتا ہے اور انہوں نے تصوف کے دقیق مباحث مثلا وحدۃ الوجود، جبر و اختیار، ہستی مطلق، فنا و بقا، تنزلات ستہ حقیقت محمدی وغیرہ پر محققانہ بحث و گفتگو کی ہے، چوں کہ ان کے دور میں اہل علم اور صوفیہ کے حلقہ میں ان مسائل کو خاص اہمیت حاصل تھی اس لیے یہ بحثیں قدر و منزلت کی نگاہ

سے دیکھی گئیں مگر بعد کے ادوار میں ان کا ذوق بہ تدریج کم ہوتا گیا، جس کے نتیجہ میں ان کی بیشتر کتابیں تلف ہو گئیں، اس المیہ کا ذکر شیخ ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں کیا ہے۔[33]

شیخ مہائی کی جو کتابیں دستبرد زمانہ سے محفوظ رہیں ان میں بعض تو طبع ہو گئی ہیں اور بعض مخطوطات کی صورت میں ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں اور بعض کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، ذیل میں ان کی بعض کتابوں کے نام درج کیے جاتے ہیں۔ 1-تبصیر الرحمان وتیسیر المنان بعض مایشیر الی اعجاز القرآن: شیخ مہائی کی بی مشہور تفسیری تصنیف ہے جو تفسیر رحمانی یا تفسیر مہائی کے نام سے مشہور ہے، نواب جمال الدین وزیر ریاست بھوپال کے زیر اہتمام ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں مطبعہ بولاق، مصر سے دو ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

2-اجلة التأیید في شرح ادلۃ التوحید: (مطبوع) 3-الضوء الاظھر في شرح النور الازھر: (مطبوعہ)۔

4-ارادۃ الدقائق شرح مرآۃ الحقائق: (مطبوعہ)۔ 5-فقہ معدومي مع ترجمہ اردو: (مطبوع)۔

تفسیر مہائی اور اس کی خصوصیات

شیخ مہائی کا مہتم بالشان علمی کارنامہ ان کی تفسیر تبصیر الرحمن تیسیر المنان ہے جو تفسیر رحمانی تفسیر مہائی کے نام سے مشہور ہے، اس تفسیر کا اصل موضوع نظم قرآن ہے جس میں ایک آیت کے دوسری آیت کے ساتھ تعلق اور ایک سورہ کا دوسری سورہ سے ربطہ و مناسبت واضح کیا جاتا ہے، شیخ مہائی نے اس عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دیا ہے کہ کسی مقام پر سلسلہ کلام منقطع نہیں ہوتا ہے اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ سلسے مضمون میں آیت بریکٹ کے اندر آجاتی ہے، پھر اس کے ساتھ ہی وہ حقایق و معارف بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے جاتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ قرآنی حکمتوں کا بڑا حصہ اس کے نظم و ترتیب میں پوشیدہ ہے، آیات قرآنی کے باہمی تعلق کو اس طرح سمجھنا کہ وہ مسلسل اور مربوط کلام کے قالب میں ڈھل جائیں، ایک تعلیم الشان علم ہے۔

شیخ مہائی نے اس تفسیر میں نظم و ترتیب کے جو نکات بیان کیے ہیں ان کو انہوں نے محض فضل الٰہی کی بخشش قرار دیا ہے اور اس احساس کے تحت انہوں نے تفسیر کا نام 'تبصیر الرحمن وتیسیر المنان رکھا ہے'

وہ تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

'یہ نکات نظم قرآنی کا بہترین مجموعہ ہے جن میں سے اکثر مجھ سے پہلے کسی جن وانس کی دسترس میں نہیں آئے تھے، میں غریق بھر پلید اس لائق
کہاں تھا کہ ان تک رسائی حاصل کر سکتا جنہیں صرف پاک و مطہر بندے ہی چھو سکتے ہیں مگر اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل و کرم سے میرے لیے اس مشکل کو آسان بنا دیا'۔[34]

چنانچہ شیخ مہائی کے اس علمی اور قابل قدر شاہ کار کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے انہوں نے ان کے فہم قرآنی اور تحقیق نظم کی ستائیش کی ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

'چنانچہ شیخ مہائی کے اس علمی اور قابل قدر شاہ کار کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے انہوں نے ان کے فہم قرآنی اور تحقیق نظم کی ستائیش کی ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں'[35]

تفسیری موقف

شیخ مہاتی نے اپنے تفسیری موقف کی وضاحت مقدمہ میں کر دی ہے، وتفسیر قرآن کے ضمن میں مفسرین کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو شرعی حدود و قیود میں رہ کر تفسیر و تاویل میں عقل و خرد کے استعمال پر زور دیتا ہے، وہ نبی کریم ﷺ کے قول:" من قال فی القرآن برا یه فلیتبوا مقعده من النار "[36] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اقوال صحابہ اور آثار تابعین سے ہٹ کر فہم و عقل سے قرآن کی تفسیر کرنے والا جہنمی ہے بلکہ یہ حدیث تو مفسرین کے لیے احتیاط برتنے میں مہمیز کا کام کرتی ہے، جہاں تک عقل و خرد اور رائے کے استعمال کا تعلق ہے، قرآن کریم میں جا بجا مدبر تفکر کی دعوت دی گئی ہے، قرآن اور مذہب اسلام کی عالم گیریت اور ابدیت اسی صورت میں ہے کہ مفسرین اپنے اپنے دور میں پیش آمدہ مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں غور و فکر سے حل کریں، احادیث و آثار کا جو حصہ تفسیر کے سلسلہ میں نقل کیا گیا ہے وہ پورے قرآن کا احاطہ نہیں کرتا ہے بلکہ وہ صرف بعض حصوں سے متعلق ہے، اس لیے ہمارے لیے گنجائش ہے کہ بقیہ حصہ کے بارے میں غور و تعمق سے کام لے کر استخراج معانی کریں اور سیاق و سباق سے آیات کے مفہوم کو متعین کریں، قرآن مجید میں جملہ دینی علوم موجود ہیں بعض صراحت کے ساتھ اور بعض اجمالی طور پر اور بہت سے ایسے امور میں جو تفسیر بالماثور سے بالکل ماورا ہیں، اس لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

" من اراد علم الاولین والآخرین فلیتد برا لقرآن "[37]

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ علم حاصل کرے، اسے قرآن میں تدبر کرنا چاہیے۔

اور ظاہر ہے کہ مدبر قرآن صرف ظاہری الفاظ پر انحصار کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا، اس کے لیے اشارات و مقاصد کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔[38]

مذکورہ بالا خصوصیات کی بنا پر غیر مہائی ہر دور میں اہل علم طبقہ کا مرجع و ماخذ رہی ہے۔ چنانچہ مفسرین کی ایک جماعت نے اس کے قرآنی نکات پر بحثیں کیں اور اس کے اسرار و رموز بیان کیے ہیں۔ ہندوستانی مفسرین میں علامہ طاہر

سندھی نے "مجمع البحرین میں شاہ عبد العزیز دہلوی نے "فتح العزیز میں اور مولانا محمد عمر الحسینی نے اپنی تفسیر کشف القلوب میں ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن' میں اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے تفسیر واضح البیان میں اس کے حوالے دیے ہیں۔ عبد اللہ یوسف علی نے انگریزی ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں اس کے قرآنی نکات درج کیے ہیں اور اس تفسیر سے استفادہ کا اعتراف کیا ہے۔ ان کے علاوہ حلقہ صوفیہ میں اور نظم قرآن کے شائقین میں اس تفسیر کی مقبولیت ہر دور میں رہی ہے۔

سفارشات:

1. صوفیاء کرام کی تفاسیر کو کالج ویونیورسٹی کی سطح پر اور ان کی تعلیمات کو سکول سطح پر سلیبس کا حصہ بنایا جائے۔
2. باقاعدہ طور پر تصوف کو بھی سلیبس میں شامل کیا جائے۔
3. جن صوفیاء نے قرآن پاک کی تفاسیر کے حوالے سے کام کیا ہے ان کے تعارف کیلئے 'صوفی انسائیکلوپیڈیا' شائع کیا جائے۔
4. محکمہ اوقاف کو چاہیے کہ کم از کم احاطہ دربار سے متصل مساجد میں صوفی تفاسیر سے دروس قرآن شروع کروائے۔
5. علماء کی ذمہ داری ہے کہ اپنے دروس قرآن میں صوفی تفاسیر کو خصوصی طور پر شامل کرتے ہوئے، صوفیاء کی تعلیمات کو اجاگر کریں۔
6. صوفی تفاسیر کو عام کرنے کا ایک بہترین طریقہ یونیورسٹی کے اندر 'تصوف چیئر' کا قیام بھی ہے۔

خلاصہ:

تزکیہ اور تہذیب کی تاکید جابجا قرآن و سنت میں ملتی ہے ارشاد ربانی ہے بے شک جس نے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔ جب نفس انسانی مزکی اور مہذب ہو جائے اور معبود کے ساتھ اپنی عبدیت کے تعلق کو پہچان لے تو اس سے عبودیت کے اس تعلق میں انتہائی اخلاص کا تقاضا کیا جاتا ہے جس کو حدیث و سنن میں احسان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قرآن کے سلسلے میں جہاں اہل علم کے ہاں کئی مناہج موجود ہیں وہاں ایک منہج صوفیا تفسیر کا بھی ہے جس میں ایک صوفی کلام الہی کی ظاہری تفسیر، جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد ہے کو مرکز و محور بناتے ہوئے ایسے علوم و معارف بیان کرتا ہے، جو مطالعہ قرآن کے دوران اس کے قلب پر منکشف ہوتے ہیں اور اس کے وجدانی استنباطات کا ثمر ہیں۔ الفاظ قرآنی پر غور و فکر کے دوران صوفیا کا قلب جب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف عبور کرتا ہے تو اس وقت یہ لطائف و نکات ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ ہر شخص کا انداز اس میں جداگانہ ہے مگر اس پر سب کا اتفاق ہے علوم و معارف وہ قبول ہوں گے جن کو شریعت رد نہ کرے۔

صوفی تفاسیر جہاں تاریخی اہمیت کی حامل ہیں اور علم تفسیر کے ارتقاء میں ایک خاص پہلو کی نشاندہی کرتی ہیں وہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صوفیا کی تفسیر اصلاح باطن، تزکی نفس اور ازالہ رذائل کی اہمیت اور عملی زندگی میں ان کی ضرورت کو اجاگر کرنے کا ذریعہ ہے اور انسانی معاشرہ کبھی بھی اس ضرورت سے مستغنی نہیں ہو سکتا ہے۔ محققین صوفیا کے منہج تفسیر سے انہی کے حصول میں مدد ملتی ہے۔ برصغیر میں صوفیاء کرام و اولیاء عظام کا سلسلہ تبلیغ دین بڑی کامیابی اور جوش و خروش کے ساتھ تقریباً ایک ہزار سال تک جاری رہا جس کے نتیجہ میں یہ خطہ نور اسلام کی تابانیوں سے روشن و منور ہو گیا۔ ان صوفیاء کرام کی خانقاہیں، مساجد اور مدارس تعلیم و تربیت کے نہایت اہم مراکز تھے۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ حاکمان وقت اور امراء و رؤساء ان مراکز میں بڑے ادب سے حاضر ہوتے اور مشائخ کرام انہیں پند و نصائح سے نوازتے۔ ان صوفیاء میں سے اکثر اصحاب لوح و قلم تھے۔ انہوں نے اپنے مریدین کی تعلیم و تربیت کے کے لیے انتہائی اعلی درجے کی کتب تصنیف کیں۔ کئی دانش مند مریدوں نے اپنے مشائخ کے ملفوظات وارشادات کو قلم بند کیا۔

حوالہ جات

1 ۔ الشمس، 9:91

Al-shmsh 9:91

2 ۔ بخاری، الجامع الصحیح، محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ، کتاب الایمان، باب سؤال الجبریل، رقم الحدیث:48، الطبعۃ: الأولی، 1422ھ۔

Bukhari , al-jami al-sahih Muhammad bin ismail abo Abdullah , book al-eman bab soal al-jibrail, raqam al-hadith 48, al-tab al-oola 1422.

3 عارف عمری، تذکرہ مفسرین ہند، دار المصنفین اعظم گڑھ، انڈیا 2006ء، ص 1۔

Arif umri , tazkirao muffassireen hindh, dar-almusanfeen azam gharh, india 2006, pag1.

4 ۔ اعظمی، عارف، تذکرہ مفسرین ہند، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ یوپی ہند 2006ء، ص 17۔

Azami , arif , tazkira mufassrin hindh, dar al-munsfin subli academy azam ghar up, 2006, pag17.

5 ۔ سخاوت مرزا، مقالہ 'گیسو دراز' اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، 1978ء، ج 17، ص 585۔

Sakhawt mirza, mqala, gaso darz , urdu dira marif islamia Lahore , 1878, jild 17, pag585

6 ۔ سید محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم، انتظامی پریس دکن، مقدمہ از حافظ عطا حسین، ص 7۔

Syyed Muhammad akbar hussani, jawami al-kalim, intzami press dukan , muqadma az hafiz ata Hussain, pag 7.

7 ۔ محمد علی سامانی، ص 103۔

Muhammad ali samani, pag103.

8 ۔ محمد سالم، ہندوستانی تفاسیر، ادارہ معارف اسلامی لاہور، مارچ 1993ء، ص 18۔

Muhammad salim, hundustani tfaser, idara marif islami Lahore , march1993, pag18.

[9] ۔الحجر 15:19۔

Al-hijar 15-19

[10] ۔ہندوستانی تفاسیر، ص34۔

Hundustani tfaseer, pag34.

[11] ۔الصافات:96

Al-safat :96

[12] ۔الفاتحۃ،2:1

Al-fatiha,2:1

[13] ۔آل عمران،111:3

Aali Imran, 111:3

[14] ۔ نعیمی، احمد یار خان، اشرف التفاسیر، فرید بکڈپو دریا گنج دہلی ہند، ج4، ص133۔

Naeemi, ahmad yar khan , ashraf al-tfaseer, fareed book depo darya jung dahli uhund , jild1, pag133.

[15] ۔عبدائی لکھنوی، نزہۃ الخواطر، حیدر آباد، دکن، 1967، ج1، ص431۔

Abduli lukhnawi, nuza al-khawatir , haidar abad dakkan,1967, jild1, pag431.

[16] ۔غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، مذکور، ج1، ص273۔

Ghulam sarwar lahori, khazena al-asfiya , mazkoor, jild1, pag273.

[17] ۔عبدائی لکھنوی، نزہۃ الخواطر، مذکور، ج5، ص431۔

Abduli lukhnawi, nuza al-khawatir , haidar abad dakkan,1967, jild5, pag431.

[18] ۔ فقیر محمد جہلمی، حدائق الحمیہ، مذکور، ص423۔

Faqeer Muhammad jalmi, hadaiq al-himya , mazkor , pag423.

[19] ۔ سی۔اے۔استوری، پرشین لٹریچر بہ اضافات یوری برگل ماسکو1972ء، ص191۔

c-a-astori preesan latchur izafat uri burgul masko1972, pag191.

[20] ۔عارف نوشاہی، فہرست نسخہ ھای خطی فارسی موزہ ملی پاکستان، اسلام آباد، 1982ء۔ ص6۔

Arif noshhi , fahriwt nushkah khatti farsi mwzo milli Pakistan, Islamabad, 1982, pag6.

[21] ۔نظام الدین تھانیسری، فاتحۃ الکتاب، ص133۔

Nizam ul deen thanisri, fatiha al-kitab, pag133.

[22] ۔الکوثر،108:1-3۔

Al-kosar108-1-2

[23] ۔نظام الدین تھانیسری، فاتحۃ الکتاب، ص120۔

Nizam al-deen thanseeri, fatiha al-kitab, pag120

24۔ النصر 110:1-3۔

Al-nasar 1, 110-3

25۔ نظام الدین تھانیسری، فاتحۃ الکتاب ص،120۔

Nizam al-deen thanseeri, fatiha al-kitab, pag120

26۔ نظام الدین تھانیسری، فاتحۃ الکتاب، ص133۔

Nizam al-deen thanseeri, fatiha al-kitab, pag133

27۔ غلام علی آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، بمبئی1885ء، ص39۔

Ghulam ali azad bulgirami, sub al-marjan fi axar hundstan, mambai1885, pag39.

28۔ ایضا، ص29۔

Ibid. pag29

29۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ص73۔

Shik Abdul al-haqq muhaddis dahlavi, pag73

30۔ ہندوستانی مفسرین، ص34۔

Hunstani muffsrin, pag34.

31۔ عبد الحی حسینی، یاد ایام، مطبع انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ کالج، ص59۔

Abdul al-hai Hussain , yada yam matba institute ali ghar college , pag59

32۔ عبد الحی، یاد ایام، ص59۔

Abdul al-hai yada yam, pag59.

33۔ ابو الفضل، آئین اکبری، نول کشور پریس،1892ء، ج3، ص147۔

Abo al-fazal , aeen akbari , no kishwar press, 1892, jild3, pag147.

34۔ شیخ علی مہائی، تفسیر تبصیر الرحمن وتیسیر المنان، مقدمہ۔

Shaik ali mhimi, tafseer tabseer al-rahman w taiseer al-manan , muqadma.

35۔ قرآن امتزاج دادہ است شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ص173۔

Quran imtizaj dad asth shaik Abdul haq muhadis dahlavi, pag173

36۔ محمد بن عیسی الترمذي، سنن الترمذي، باب ماجاء في الشقاء والسعادة، حدیث 2257، الناشر: دار الغرب الإسلامي– بیروت، سنة النشر: 1998ء۔

Muhammad bin esa al-tirmazi, sunan al-tirmazi ,bab ma jaa fi al-shiqa walseado , hadith2257, al-nashir dar al-gharb al-islami biroot1998.

37۔ الطبرانی، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمي الشامي، أبو القاسم، المعجم الکبیر للطبرانی،، دار النشر: مکتبة ابن تیمیة – القاهرة،1994ء، حدیث نمبر،8664، ج9، ص135۔

Al-tibrani, suliman bin ahmand bn ayob bn mvir al-shami abw qasim al-qahira hadith 8664,jild9 , pag135.

38۔ شیخ علی مہائی، مقدمہ تفسیر۔

Shaik ali moahimi , muqadma taseer.